امام حسین(ع) کی تحریک کے اہداف میں شہادت اور حکومت کے مفروضہ کا کلامی مطالعہ

نجف علی سعادتی[1]

اشاریہ:

امام حسین علیہ السلام کی تحریک تاریخ انسانیت کا وہ عظیم سرچشمہ ہدایت اور منارہ نور ہے جو ہر دور کے انسان کی ہدایت کرتا رہے گا. اس تحریک کے اہداف الہی ہیں اور ان اہداف کے بارے میں ہر دور میں اسلامی مفکرین اور غیر مسلم مفکرین مختلف آراء پیش کرتے رہے ہیں؛ جیسے امر بہ معروف و نہی از منکر، حق کا اثبات، باطل کا خاتمہ، عدل و انصاف کا قیام، سنت کی احیاء اور بدعت کا ازالہ، حکومت سازی اور شہادت. ان نظریات میں شہادت اور حکومت سازی کا نظریہ، زیادہ مشہور رہے۔

اس مقالہ میں ان دو نظریات کا تجزیاتی مطالعہ کیا گیا ہے اور ان کے کلامی نتائج کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ نتیجہ حاصل گیا گیا ہے کہ ان دو نوں مفروضات میں سے کوئی بھی امام حسین علیہ السلام کی تحریک کا مقصد نہیں تھا بلکہ حکومت سازی اور شہادت، آپ کی امامت کے فرائض کی انجام دہی اور معاشرے کی رہنمائی کے عمومی ہدف کو حاصل کرنے کی تدبیریں تھیں. اہداف کربلا کو سامنے رکھ کر ہم ایک جدید اسلامی معاشرے کے قیام کے لئے کوشش کر سکتے ہیں. جمہوری اسلامی ایران کا انقلاب اسی تحریک حسینی کا ایک حقیقی جلوہ ہے جو عالمی تحریک مہدویت کے لئے ایک تمہید کی حیثیت رکھتا ہے. امام حسین علیہ السلام کی تحریک کے اہداف میں شہادت اور حکومت کے مفروضہ، اس تحقیق کا اصلی سوال ہے۔ یہ مقالہ کلامی روش سے تدوین کے مراحل سے گذرا ہے۔

کلیدی الفاظ: تحریک، امام حسین، شہادت، حکومت سازی، انقلاب اسلامی ایران، مہدویت.

۱. (پی ایچ ڈی اسکالر کلام اسلامی، آستان قدس رضوی بین الاقوامی شعبہ) najafali.saadati@gmail.com
۱. استاد راہنما: حجۃ الاسلام ڈاکٹر محمد یعقوب بشوی (اسلامی اسکالر المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی قم)

مقدمہ

امام حسین علیہ السلام کی تحریک خاص طور پر اس کا مقصد اپنی خاص جہتوں اور انوکھی خصوصیات کی وجہ سے بہت سارے فقہی، تاریخی، کلامی اور ۔۔۔ نظریات کو اپنی طرف راغب کر چکا ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا مدینہ چھوڑنے اور مکہ سے عراق جانے کا مقصد یزید کی بیعت سے انکار تھا، یا کوفہ میں حکومت کی تشکیل؟ شہادت کی قبولیت یا ذمہ داری کی تکمیل؟ قدیم زمانے سے لے کر جدید دور تک مختلف نظریات اس بارے میں سامنے آیا ہے۔

کچھ کا خیال ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی مدینہ سے مکہ اور وہاں سے عراق تک نقل و حرکت کا مقصد دشمنوں سے لڑنا اور ان کا مقابلہ کرنا نہیں تھا، بلکہ صرف اپنی جان بچانا تھا (اشتہاردی، ۱۳۹۱: ۵۳ ـ ۱۵۴ ـ ۱۹۳؛ فہری زنجانی، ۱۳۵۰: ۷۰ او ۱۸۱؛ صحتی سر ودی، ۱۳۸۴: ۴۴۱؛ جزایری، ۱۴۲۹، ج ۳، ۱۵۲) ۔

دوسرا قول یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے خدا سے ملنے اور سعادت سے ہمکنار ہونے کے لئے شہادت کا انتخاب کیا (ابن طاووس، ۱۳۷۰: ۴۷) ۔

کچھ کا خیال ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے پہلے حکومت اور پھر شہادت کی کوشش کی (تستری، ۱۳۷۵: ۱۸۵ ـ ۱۸۶؛ یوسفی اشکوری، ۱۳۸۶: ۲۰۵) ۔

کچھ کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے اپنے فرض اور ذمہ داری کو نبھانے کے لئے شہادت کا انتخاب کیا اور ہمیں اس کی وجہ معلوم نہیں ہے (زاہدی قمی، ۱۳۵۰: ۹؛ سپہر، ۱۳۹۸، ج ۱، ۲۶۶؛ غروی نخجوانی، ۱۳۳۰: ۱۳؛ طوسی، ۱۳۳۵، ۲۰۳؛ نجفی، ۱۳۶۲، ج ۲۱، ۲۹۶) ۔

بعض کا خیال ہے کہ حسین علیہ السلام نے گنہگاروں کے کفارہ ادا کرنے کے لئے شہادت کا انتخاب کیا (شریف طباطبائی، ۱۴۰۳: ۱۳۳ ـ ۱۳۴، شریف کاشانی، ۱۳۸۴، ج ۱، ۳۹؛ تبریزی، ۱۳۷۴، ج ۱، ۱۸۶؛ عنایت، ۱۳۷۲: ۳۱۱) ۔

کچھ کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا ہدف شہادت تھا وہ شہادت جو سیاسی و معاشرتی اہداف کے حصول کی پیش خیمہ تھی، امام علیہ السلام نے دشمنوں کی قانونی حیثیت کو ختم اور ان کو بے نقاب کرنے کے لئے شہادت کا انتخاب کیا (مطہری، ۱۳۷۷، ج ۱۷، ۶۵۷؛ الحسنی: ۶۷۵؛ فارسی، ۱۳۶۱: ۳۸۰؛ صدر، ۳۰۱؛ ہمایی، ۱۳۵۷: ۴۰ ـ ۴۱) ۔

دوسرے لوگوں کا کہنا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا ہدف کربلا میں شہادت نہیں تھا جو واقع ہوا لیکن امام علیہ السلام کوفہ میں حکومت قائم کرنا چاہتے تھے جو واقع نہیں ہوا (مفید، ۱۴۱۳: ۱۷؛ الموسوی، ۱۳۸۰: ۲۷۳ _ ۲۷۴؛ طوسی، ۱۸۲ _ ۱۸۸؛ مدرسی، ۱۴۱۴: ۱۶۹؛ صالحہ نجف آبادی: ۱۱۶ _ ۱۱۷) ۔

ان تمام نظریات میں سے، "سماجی وسیاسی شہادت" اور "حکومت" کا نظریہ سب سے اہم ہیں۔

ان نظریات میں سے ہر ایک کے لئے اپنی اپنی وجوہات ہیں اور ہر ایک دوسرے کے لئے جواب اور تنقیدی نکتہ بن سکتی ہیں۔

اس مضمون میں جتنا ممکن ہو سکے دونوں نظریات سے متعلق آراء اور دلائل جانچے گئے ہیں اور آخر میں اعلی نظریہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

موجودہ مضمون کی نوآوریاں اور نئی انکشافات یہ ہیں: ۱. دونوں نظریات کا تقابلی تجزیہ، قدیم وجدید علماء کی رائے پر مبنی دلائل اور تنقیدی نکات ۲. شہادت یا حکومت، تحریک کا مقصد نہیں، بلکہ امام حسین علیہ السلام کے تمام اہداف کے حصول کیلئے ایک حکمت عملی تھی۔

اس تحقیق کا بنیادی سوال یہ ہے: کہ امام حسین علیہ السلام کی تحریک کا اصل مقصد کیا تھا؟

ذیلی سوالات یہ ہیں: کیاامام حسین علیہ السلام شروع سے ہی شہید ہونے کا ارادہ رکھتے تھے؟

اس صورت میں، کوفہ میں امام علیہ السلام کی طرف سے نمائندہ بھیج کر لوگوں سے بیعت طلب کرنا اور حکومت کے لئے بنیاد رکھنے کی کوشش کا جواز کیا ہے؟

کیاامام حسین علیہ السلام شروع سے ہی حکومت کا ارادہ رکھتے تھے؟ اس صورت میں، حکومت قائم کرنے میں امام علیہ السلام کی ناکامی کو شیعہ کی رائے کے مطابق کس طرح امام کے علم لدنی کے ساتھ جمع کیا جاسکتا ہے؟ کیا امام حسین علیہ السلام شروع سے ہی طے شدہ مقصد نہیں رکھتے تھے، بلکہ حالات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے؟ اس صورت میں، شیعہ عقیدہ کیا ہوگا، کہ آئمہ علیہم السلام سب سے زیادہ سیاستدان ہیں؟

اس مضمون کا مقصد، کربلا کے واقعہ میں امام حسین علیہ السلام کے مقصد کی وضاحت اور ان دونوں نظریات سے پیدا ہونے والے شکوک و شبہات کا جواب اور دونوں نظریات کی نقائص اور کمزوریوں کا اظہار کرنا ہے، جو ایک متبادل نظریہ پیش کر کے کیا جاتا ہے۔

سیاسی _ سماجی نظریہ شہادت

بعض کا کہنا ہے کہ امام عالی مقام کی شہادت کا اہم مقصد ہی سیاسی -سماجی شہادت کا حصول تھا. اس قول کے مطابق، امام حسین علیہ السلام کا ہدف شہادت تھا، لیکن ایسی شہادت نہیں جو صرف آخرت کی سعادت پر مبنی ہے، بلکہ وہ شہادت، جو سیاسی اور معاشرتی اہداف کے حصول کا پیش خیمہ تھی۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہی، ان کے اصلاحی اہداف کے حصول کا واحد راستہ تھا۔ لہٰذا اگرچہ شہادت خود ایک عظیم کامیابی اور سعادت ہے، لیکن جب یہ معاشرے کی رہنمائی اور اصلاح کی راہ ہموار کرنے کیلئے ہو تو اور زیادہ بڑی سعادت ہے۔ شہید مطہری ان بادشاہوں کا ذکر کرتے ہوئے (جو اپنے پیغام پتھروں پر لکھا کرتے تھے اور اب وہ زمین کے نیچے دفن ہیں)، کہتے ہیں: امام حسین علیہ السلام اپنے پیغام کو لہو سے لکھنا چاہتے تھے اور عاشورا کو جہاں تک ممکن ہو، خونی بنانا چاہتے تھے، تاکہ آپ کا پیغام فراموش نہ ہو۔ امام علیہ السلام نے بصرہ کے لوگوں کو خط لکھ کر ان کو کیوں دعوت دی؟ کیا یہ لہو زیادہ بہانے اور انقلاب کو پھیلانے کا منصوبہ نہیں تھا؟ اس سے بڑھ کر یہ کہ امام علیہ السلام نے عاشور کی شب، حبیب ابن مظاہر کو بنی اسد کی طرف کیوں بھیجا؟ کیا یہ ممکن تھا کہ بنی اسد دشمنوں کے مقابل مزاحمت کر سکے؟ بالکل نہیں (مطہری، ۱۳۷۷، ج۱۷، ۶۵۷)۔

ایک عرب اسکالر کا یہ نظریہ ہے، کہ امام حسین علیہ السلام نے طلب شہادت کے لئے ہجرت کیا۔ وہ کہتے ہیں: اسلام کے ابتدائی دور میں دو ہجرتیں ہوئیں، جن کا ایک ہی مقصد اور نتیجہ تھا: پہلا موت سے ہجرت، جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر کے ان کی رسالت کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ دوسری ہجرت حسین ابن علی علیہ السلام نے شہادت کی نیت سے کی تھی، جب امام علیہ السلام اس نتیجہ پر پہنچے کہ بنی امیہ کے حکمرانوں کے خطرات، آپ کے جد صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت کو اس طرح اپنے گھیرے میں لے چکے ہیں جن سے چھٹکارا آپ کی شہادت کے بغیر ممکن نہیں ہے (حسنی، ۳۷۵)۔

جناب جلال الدین فارسی نے "طف کی تدبیر" کے عنوان سے ایک مطلب میں کہا ہے: امام حسین علیہ السلام نے ایک ایسا منصوبہ بنایا تھا، جس میں شہادت کے ذریعہ ایک غم انگیز واقعہ رونما ہو، دشمن بدنام اور عوام بیدار ہو جائیں (فارسی، ۱۳۶۱: ۳۸۰)۔) امام علیہ السلام، کسی ایسی چیز کی تلاش میں نہیں تھے جو ان کی شہادت سے ناممکن ہو، بلکہ امام علیہ السلام عوام کی رائے پر اثر انداز ہونے اور لوگوں کی ایک قوت کو تربیت اور تیار کرنا چاہتے تھے جو صرف ان کی شہادت سے ہی ممکن تھا (سابقہ: ۱۱۷ _ ۱۱۲)۔

سید رضا صدر کے مطابق، امام حسین علیہ السلام نے استشہادی قیام کیا اور شہید ہونے کی نیت سے ہی مدینہ سے کوفہ کی طرف چلے: حسین علیہ السلام شہید ہونے کا عزم رکھتے تھے اور اپنے خالص خون سے اسلام کے مرجھے درخت کو سیراب کرنا چاہتے تھے۔

کوفہ کا سفر راہ شہادت، کربلا محل شہادت اور یزید کی حکومت کو وقت شہادت سے جانتے تھے (صدر، ۳۱۱) ۔امام حسین علیہ السلام چاہے تو جیت بھی سکتے تھے اور تاریخ کا رخ بدل سکتے تھے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا اور شہید ہونے کی نیت سے کوفہ کا انتخاب کیا (سابقہ: ۸۸ – ۱۴۵ – ۱۴۶) ۔

اس فعل کا جواز پیش کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: اگر حسین علیہ السلام جیت جاتے تو غفلت سے دوچار دولوں کا یہ خیال ہوتا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند پیغمبر کے جانشین سے اقتدار اور حکمرانی کیلئے تنازعہ کرگئے ہیں (سابقہ: ۸۸) ۔یہ لوگ حسینی قیام کا غلط تشریح کرتے۔

بعض دانشوروں کا بھی کہنا ہے: "اگرچہ امام حسین علیہ السلام جیت سکتے تھے اور حکومت بنا سکتے تھے، لیکن انہوں نے اس سے دستبردار ہو کر اپنی مظلومیت اور یزید کے ظلم کو ثابت کرنے کے لئے شہید ہونا چاہا۔اس قول کے مطابق، امام حسین علیہ السلام کا مقصد سیاسی اور معاشرتی اہداف کے ساتھ شہادت تھا، وہ اہداف، جو امامت کی شہادت اور قربانی کے سوا حاصل نہیں ہو سکتے تھے (ہمایی، ۱۳۷۵: ۴۰ _ ۴۱) ۔

نظریۂ سیاسی _ سماجی شہادت کے دلائل

اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے کئی مختلف دلائل دئے گئے ہیں یہاں بعض کو اختصار کے طور پر بیان کرتے ہیں:

پہلی دلیل: جب امام حسین علیہ السلام عراق کی طرف ہجرت کرنا چاہتے تھے تو ام سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ نے امام علیہ السلام سے کہا: عراق نہ جائیں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: میرا بیٹا حسین عراق میں مارا جائے گا۔امام علیہ السلام نے فرمایا: میں لامحالہ مارا جاؤں گا اور خدا کا دیا ہوا حکم سے کوئی بچنے والا نہیں ہے (مسعودی، ۱۴۰۴: ۱۴۱) ۔

مجھے وہ دن، وقت اور وہ جگہ معلوم ہے جہاں مارا جاؤں گا اور دفن کیا جاؤں گا۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اپنی قبر اور ان لوگوں کی قبریں دکھاؤں جو میرے ساتھ شہید ہوں گے۔اس کے بعد امام علیہ السلام نے

اسم اعظم کو اپنی زبان پر جاری کر دیا، زمین ہموار ہوئی اور ام سلمہ نے ان کے قبور دیکھی (مسعودی، ۱۴۰۴: ۱۴۱).

دوسری دلیل: مدینہ سے ہجرت سے قبل، ایک رات امام حسین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر گئے اور کچھ دیر کے لئے وہاں سو گئے۔ عالم خواب میں آپ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا لگتا ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اس قوم کے ایک گروہ میں مارے جاؤ گے، وہ میری شفاعت کی امید رکھتے ہیں جب کہ خدا کے حضور وہ کوئی ذخیرہ نہیں رکھتے، آپ اپنے والدین اور بھائی کے پاس آئیں گے اور وہ آپ کے لئے بے چین ہیں جنت میں آپ کے لئے ایسی درجات ہیں جن تک آپ شہادت کے بغیر نہیں پہنچ پائیں گے۔ (ابن بابویہ، ۱۴۱۷: ۲۱۷)۔

تیسری دلیل: جب امام حسین علیہ السلام کوفہ کی طرف جانا چاہتے تھے تو آپ علیہ السلام نے بنی ہاشم کو ایک خط میں لکھا: من لحق بی منکم استشہد معی و من تخلف لم یبلغ الفتح (صفار، ۱۳۸۰: ۴۸۲)۔ یعنی تم میں سے جو بھی میرے ساتھ آئے گا وہ شہید ہو جائے گا اور جو میرے ساتھ رہے گا فاتح نہیں ہو گا۔

چوتھی دلیل: "امام حسین علیہ السلام کربلا کے قریب تھے، جب گھوڑے پر نیند غالب آگئی اور جب امام علیہ السلام کی آنکھیں کھلیں تو دو تین بار کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون والحمد للہ رب العالمین۔ امام علیہ السلام کے بیٹے نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا: آپ نے یہ الفاظ کیوں زبان پر جاری کیا؟ امام نے فرمایا: میرے بیٹے! میں کچھ لمحوں کیلئے سو گیا تھا اسی دوران، میں نے ایک سوار دیکھا جو کہہ رہا تھا: یہ گروہ جا رہا ہے اور موت بھی انکے پیچھے جا رہی ہے۔ تو میں نے جان لیا کہ وہ ہماری موت کا اعلان کر رہا ہے (مفید، ۱۳۸۳، ج۲، ۸۲)۔

پانچواں دلیل: جب امام حسین علیہ السلام سرزمین کربلا پہنچے تو آپ نے فرمایا: «ھذہ موضع کرب و بلاء ھھنا مناخ رکابنا و محو رحالنا و مسفک دمائنا» (خوارزمی، ج۱، ۲۳۷)۔ یعنی یہ مشکلات اور بلاؤں کی جگہ ہے، یہ ہمارے اونٹوں کا ٹھکانہ اور ہمارے خیموں کی جگہ اور ہمارے خون بہانے کی جگہ ہے۔

چھٹی دلیل: امام حسین علیہ السلام کوفہ جاتے ہوئے ابو ھرہ ازدی کے جواب میں جب انہوں نے امام علیہ السلام سے ہجرت کے بارے دریافت کیا تو فرمایا: ان بنی امیہ اخذوا مالی فصبرت و شتموا عرضی فصبرت و طلبوا دمی فھربت و ایم اللہ لتقتلنی الفئۃ الباغیۃ (ابن طاووس، ۱۳۷۷: ۱۳۲)۔ یعنی بنی امیہ نے میری جائداد لے لی میں نے صبر کیا، انہوں نے میری عزت کو ٹھیس پہنچایا میں نے صبر کیا وہ میرا خون بہانا چاہتے تھے میں نے

راہ فرار اختیار کیا، خدا کی قسم یہ ظالم گروہ مجھے مار ڈالے گا۔

ساتویں دلیل:

۱. شب عاشور کو یہ بات واضح ہو گئی تھی، کہ امام حسین علیہ السلام کی فتح ممکن نہیں ہے اور شہادت نزدیک ہے۔

۲. یہ واضح تھا کہ امام علیہ السلام کے ساتھیوں کے ساتھ رہنے سے امام علیہ السلام کی تقدیر پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۳. یہ واضح تھا کہ دشمن کا امام علیہ السلام کے صحابہ اور کنبہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا ان کا مقصد امام حسین علیہ السلام کا تسلیم ہونا یا ان سے لڑنا تھا۔

ان تین واضح وجوہات کی بناپر اگر امام علیہ السلام فتح حاصل کر کے حکومت کرنے کی قصد رکھتے تھے تو شب عاشور امام علیہ السلام کو چاہیے تھی کہ اپنے اصحاب کو واپس بھیجدیں۔ اس دلیل کا مخالف معنی یہ ہے کہ چونکہ امام اپنی اور اپنے ساتھیوں کی شہادت کی قصد رکھتے تھے، لہٰذا امام علیہ السلام نے انھیں واپس جانے پر مجبور نہیں کیا۔ ہاں، امام علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو آزاد چھوڑا، تاکہ جو بھی لوٹنا چاہے لوٹ جائے، لیکن کسی کو مجبور نہیں کیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام چاہتے تھے کہ صرف طالبان شہادت ہی آپ علیہ السلام کے ساتھ ہوں (مطہری، ۱۳۷۷، ج۱۷، ۱۷۳؛ استادی، ۱۳۸۲: ۱۸۶ اور ۴۸۵)۔

آٹھویں دلیل: کافی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے: «انزل الله النصر علی الحسین علیہ السلام حتی کان مابین السماء والارض ثم خیر النصر او لقاء الله فاختار لقاء الله تعالی» (کافی، ۱۳۹۷، ج۱، ۲۰۳)۔ خدا نے حسین علیہ السلام کی طرف فتح نازل کی اور جب یہ آسمان و زمین کے درمیان تھی تو حسین علیہ السلام مخیّر ہو گئے فتح لینے یا خدا سے ملاقات کے درمیان، تو امام علیہ السلام نے خدا سے ملاقات کو انتخاب کیا۔

نویں دلیل: کلینی کتاب اصول کافی میں، امام صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے: جبریل علیہ السلام کے توسط سے ایک آسمانی خط پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا جس میں ہر امام کے لئے ایک مہر لگا ہوا تھا۔

ہر امام کو اپنا مہر کھولنا تھا اور اس کے نیچے جو کچھ لکھا جا چکا تھا اس پر عمل کرنا تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام کی باری آئی آپ نے اسے کھولا تو اس حکم کا مشاہدہ کیا: قاتل فاقتل وتقتل واخرج باقوام للشہادۃ لا شہادۃ لھم الا

معک (سابقہ، ج۱، ۲۲۰) ۔لڑو اور مار ڈالو اور مارے جاؤ گے۔ایک ایسے گروپ کے ساتھ شہادت کے لئے خروج کرو جن کی شہادت آپ کی شہادت کے بغیر متوقع نہیں ہے۔

دسویں دلیل: کتاب اصول کافی میں، امام صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے: «ای امام لایعلم مایصیبہ و الی مایصیر فلیس ذالک بحجۃ اللہ علی خلقہ» (سابقہ، ج۱، ۲۰۲) ۔جو بھی امام یہ نہیں جانتا کہ اس کے پاس کیا پہنچ رہا ہے اور وہ کہاں جا رہا ہے، مخلوق خدا پر وہ حجت نہیں ہے۔

سیاسی _ سماجی نظریۂ شہادت کا تنقیدی جائزہ

اس نظریہ کے حامی کہتے ہیں: امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت کے ذریعہ یزید کے چہرے سے پردہ کو ہٹانا اور اس کی حکومت کی مشروعیت کو ختم کرنا چاہتے تھے اور اسلام کو بنی امیہ کی چنگل سے نجات دلانا چاہتے تھے (مطہری، ۱۳۷۷، ج۱۷، ۶۵۷؛ الحسنی: ۳۷۵؛ فارسی ۱۳۶۱: ۳۸۰؛ صدر: ۳۰۱؛ ہمایی، ۱۳۷۵: ۴۱ ـ ۴۰) ۔

اس نظریہ پر بہت سے اعتراضات وارد ہیں:

پہلا: یزید کی بدکاری ہر ایک پر عیاں تھی (ابن خلدون، ۱۴۰۸: ۲۱۶ _ ۲۱۷) ۔ تو امام حسین علیہ السلام کو کیا ضرورت تھی کہ آپ اپنی اور اپنے پیاروں کی جان کی قربانی دیں، یہ ثابت کرنے کے لئے کہ یزید ایک فاسق اور ظالم انسان ہے؟ (دینوری، ۱۳۵۶، ج۱، ۱۹۵) ۔

دوسرا: اگر امام حسین علیہ السلام شہادت کی قصد رکھتے، تو امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد معاویہ کے خلاف استشہادی قیام کرتے تاکہ بہت جلد بنی امیہ کے چہرے سے پردہ اٹھا لیتے (اسفندیاری، ۱۳۹۷: ۶۸) ۔

تیسرا: کیا صرف یزید ہی ظالم اور فاسق تھا؟ کیا دوسرے خلفا ظالم اور بدکار نہیں تھے؟ دوسرے اماموں علیہم السلام نے وقت کے خلفا کے خلاف کیوں استشہادی قیام نہیں کیا؟ یہ بات واضح ہے کہ شہادت کے لئے لوگوں کی تعداد شرط نہیں ہے، جیسے ہی کوئی ظالم اور بدکردار حاکم بن جائے تو اس کا مقابلہ اور شہادت کا استقبال کر سکتا ہے (سابقہ، ۶۹) ۔

چوتھا: امام حسین علیہ السلام کو بیعت سے انکار کرنے پر، شروع سے ہی شہادت کی سزا سنائی گئی تھی، اور خود ہی بار بار فرماتے تھے: کہ وہ مجھے قتل کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے (ابن طاوس، ۱۳۷۷: ۱۳۲؛ مفید، ج۲،

۷۶؛ طبری، ج۵، ۳۸۵) ۔تو پھر دوبارہ امام علیہ السلام کو قصد شہادت کی کیا ضرورت تھی؟

پانچویں: اگر امام حسین علیہ السلام اپنی شہادت کے ذریعہ دشمن سے قانونی حیثیت کو ختم اور انہیں رسوا کرنا چاہتے تھے تو پھر آپ کوفہ نہیں بلکہ شام کی طرف جاتے ۔کیونکہ امام علیہ السلام کی شہادت سے کوفیوں پر غداری کی تہمت لگی۔

چھٹا: اگر امام حسین علیہ السلام شہادت کی قصد رکھتے تھے، تو آپ علیہ السلام اور آپ کے دشمن جو امام کی شہادت کے درپے تھے، مقصد میں یکسانیت اور یگانگت لازم آتا ہے اور یہ کہا جا سکتا ہے: کہ امام علیہ السلام کے دشمنوں نے وہی کام کیا ہے جو آن حضرت علیہ السلام چاہتے تھے۔

ساتواں: اگر امام حسین علیہ السلام کا ہدف شہادت تھا، تو پھر امام علیہ السلام نے عہد شکنی کرنے اور آپ کو تنہا چھوڑنے والے کوفیوں کی مذمت کیوں کی اور مورخین امام علیہ السلام کی مدد نہ کرنے پر کوفیوں کی کیوں مذمت کرتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ کوفیوں کی مذمت اس وقت بجا ہے کہ جب امام علیہ السلام فتح کی اور حکومت کرنے کا ارادہ کھتے ہوں۔

آٹھواں: اگر امام حسین علیہ السلام کا ہدف شہادت ہوتا، تو امام علیہ السلام کے قاتلین جو مختار کے ہاتھوں میں اسیر تھے، اپنی جان بچانے کے لئے یہ عذر لا سکتے تھے، ہم امام علیہ السلام کو شہید کرنے کے درپے نہیں تھے، بلکہ وہ خود اپنی شہادت چاہتے تھے۔

نواں: کچھ لوگ نظریۂ حکومت کو مسترد اور نظریۂ شہادت کو اس حقیقت کے مطابق قبول کرتے ہیں، کہ آئمہ علیہم السلام کا علم لامحدود ہے اور امام حسین علیہ السلام جانتے تھے، کہ آپ شہید ہو جائنگے اور حکومت تک نہیں پہنچ پائنگے۔

شیعہ عقیدہ کے مطابق، اگرچہ آئمہ طاہرین علیہم السلام ماکان و مایکون سے متعلق علم رکھتے ہیں لیکن ظاہری امور میں معمولی جانکاری کے مطابق کام کرتے ہیں، آئمہ علیہم السلام اپنے علم غیب کے مطابق عمل کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر، حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے بارے میں، یہ کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ اس رات ضربت لگے گی اور شہادت پر فائز ہونگے، لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ آپ شہادت کی نیت سے مسجد گئے تھے، بلکہ کہا جاتا ہے کہ آپ نماز پڑھنے مسجد گئے تھے۔

لہذا، اسی شیعہ عقیدہ کے مطابق، امام حسین علیہ السلام کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ شہادت کا وقت جانتے تھے، لیکن شہید ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، اسی لئے اپنے عادی علم کے مطابق عمل کرتے ہوئے، اہل کوفہ کی دعوت کو قبول کی اور حکومت تشکیل دینے کے لئے قیام کیا۔

نظریہ حکومت

کچھ شیعہ عمائدین کا خیال ہے، کہ امام حسین علیہ السلام نے حکومت سازی کے ارادے سے قیام کیا تھا اور ان کا ہدف کربلا میں شہادت نہیں تھا، جو ہوا، بلکہ کوفہ میں فتح تھی، جو نہیں ہوئی۔

اس قول کے حامیوں میں، مشہور شیعہ عالم دین شیخ مفید بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "ہم اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے کہ حسین علیہ السلام جانتے تھے، کہ کوفہ کے لوگ انہیں تنہا چھوڑ دیں گے، کیونکہ ہمارے پاس اس کی کوئی عقلی یا نقلی دلیل نہیں ہے (۱۴۱۳: ۷۱)۔

امام حسین علیہ السلام کو لکھے گئے کوفی شیعوں کے خط میں یہ بھی لکھا گیا ہے کہ: "ہمارے پاس کوئی امام نہیں ہے، ہماری طرف آئیں، تاکہ خدا آپ کے وسیلے سے ہمیں حق کے گرد جمع کردے (مفید، ۱۳۸۳ا، ج۲، ۳۷)۔

سید مرتضی، امام کے علم کے بارے میں کچھ شکوک و شبہات کا جواب دیتے ہوئے، امام حسین علیہ السلام کی قیام کے بارے میں کہتے ہیں: امام علیہ السلام کو ایک غالب شبہ تھا، کہ وہ اپنا حق حاصل کرسکتے ہیں چاہے مشکلات کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ مزید یہ، کہ امام علیہ السلام نے دور اندیشی کے ساتھ کام لیا اور آپ اس وقت کوفہ کی طرف گئے جب آپ مختلف خطوط کے ذریعہ کوفیوں کی دعوت سے مطمئن ہوگئے تھے۔ لہذا جو چیز واضح تھی وہ یزیدیوں کی کمزوری اور امام علیہ السلام کے پیروکاروں کی طاقت اور قدرت تھی، اسی لئے امام علیہ السلام کے لئے واجب تعیینی ہوگئی کہ آپ کوفہ کی طرف جائیں (الموسوی، ۱۳۸۰: ۲۷۳ _ ۲۷۴)۔

شیخ طوسی نے امام حسین علیہ السلام کی قیام کو حکومت قائم کرنے اور حکومت سازی کے معنی میں لیا ہے: "اگر امام علیہ السلام کے لئے یہ شبہ پیدا ہوجائے، کہ حکومت سازی کے لئے کوئی اقدام کرے تو مؤثر ثابت ہوگا اور جو امر ان کے سپرد کیا گیا ہے اس تک پہنچ جائے گا، تو امام کے لئے ضروری ہے، کہ اس سمت میں کوشش کرے، اگرچہ اس راہ میں مشکلات اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑے ۔۔۔امام علیہ السلام اس وقت کوفے

کی طرف نکلے، جب دشمن پر فتح کے اسباب اور عوامل نمودار ہو چکے تھے، کوفیوں کے عہد و پیمان اور خطوط پہنچ گئے تھے، جن میں یہ کہا گیا تھا، کہ ہم بغیر کسی کراہت کے آپ کی اطاعت کرینگے (طوسی، ج ۴، ۱۸۲ _ ۱۸۸)
۔

اس نظریہ کے حامیوں کے نقطۂ نظر سے وہ لوگ جو امام حسینؑ کے لئے ان کی روحانی مرتبہ اور دنیا کی نسبت زہد کا خیال رکھتے ہوئے حکومت سازی کو شائستہ نہیں سمجھتے، در حقیقت وہ لوگ امامؑ کی اس عظیم تحریک کے ابعاد سے ناواقف ہیں۔ کسی بھی ظالم حکمران کے خلاف قیام، چہ معصوم امام کی جانب سے ہو یا کسی اور کی طرف سے، ظالم کا تختہ الٹ کر، خود عوام کی رضامندی اور انصاف کے ساتھ حکومت کرے، یہ نہ فقط مذموم نہیں ہے بلکہ بہت ہی پسندیدہ ہے ۔ اس کے برعکس، ظالم حکمران کے خلاف خاموشی، دنیا کی محبت سے جنم لیتی ہے۔

مزید یہ کہ اگر امام حسینؑ کی قیام کا مقصد حکومت سازی، دنیاداری اور بادشاہت سمجھا جائے، تو انصاف کی تلاش میں ظالموں کے خلاف تمام تحریکوں کی مذمت کی جانی چاہیے، نتیجے میں، ظالم کو ہمیشہ غالب اور مظلوم کو مغلوب رہنا چاہئے۔ صدر اسلام میں نظام امامت کا نظام خلافت میں اور پھر نظام خلافت کا نظام بادشاہت میں بدلنا، سب سے بڑا انحراف تھا، لہٰذا یہ فطری بات ہے، کہ امام حسینؑ اس عظیم بدعت کا مقابلہ کرے، جو تمام انحرافات کا ذریعہ تھی، جیسا کہ امامؑ نے معاویہ سے کہا: "انی لا اعلم فتنہ اعظم علی ہذہ الامہ مِن ولایتک علیہا" (مجلسی، ۱۹۸۳، ج ۴۴، ۲۱۳) ۔ میں اس قوم کے لئے تمہاری حکومت سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں جانتا۔اسی طرح امامؑ نے یزید کے بارے میں فرمایا: اگر عوام کو یزید جیسے حکمران کی حکومت ملے تو پھر اسلام کا فاتحہ پڑھا جائے۔

سید الشہداءؑ کی قیام کے مقاصد کے بارے میں امام خمینیؒ کی تقریر کا ایک حصہ بھی، اس نظریہ کی تایید میں ہے: "کچھ لوگوں کا خیال ہے، کہ حضرت ابا عبد اللہ الحسینؑ حکومت کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، نہیں، امامؑ حکومت کا ارادہ رکھتے تھے، کیوں کہ حکومت امام حسینؑ جیسی ہستیوں کے ہاتھوں میں ہونی چاہیے، امام حسینؑ کے شیعہ جیسے افراد کے ہاتھوں میں ہونی چاہیے، امامؑ نے مسلم ابن عقیل جیسے شخص کو بھیجا، کہ وہ لوگوں کو اسلامی حکومت بنانے کے لئے دعوت دے اور کرپٹ

حکومت ختم ہو جائے۔ بے شک امام حسین علیہ السلام کے نقطۂ نظر سے حتمی مقصد، حکومت کی تشکیل نہیں ہے، بلکہ حتمی مقصد کے حصول کے لئے ذریعہ ہے (مجموعہ مقالات، ۱۳۷۶: ۲۰۹ _ ۲۲۱)۔

مدرسی نے اسلامی حکومت کی تشکیل، مسلم مفکرین کی رائے کے طور ذکر کیا ہے اور لکھتے ہیں: امام حسین علیہ السلام کی قیام کا مقصد روئے زمین پر حکم خدا قائم کرنا تھا اور اس کی آخری منزل، اسلامی حکومت قائم کرنا تھی۔

امام حسین علیہ السلام نے صرف امویوں کی حکومت کو متزلزل کرنے کے لئے ایک خونی قیام کا آغاز نہیں کیا، بلکہ امام علیہ السلام نے اپنے بلند و بالا اہداف کے لئے منصوبہ بنایا، جو روئے زمین پر حکم خدا اور حکومت الٰہیہ قائم کرنا تھی (مدرسی، ۱۴۱۴: ۱۶۹)۔

صالحیی نجف آبادی کے مطابق، اگرچہ حکومت کی تشکیل کو امام حسین علیہ السلام کا بنیادی مقصد نہیں سمجھا جاسکتا، لیکن آپ علیہ السلام کی زندگی کے کچھ مراحل میں، حکومت کا قیام بنیادی مقصد رہا ہے۔ ان کا ماننا ہے، کہ امام حسین علیہ السلام شروع ہی سے پہلے سے طے شدہ ہدف نہیں رکھتے تھے، بلکہ امام علیہ السلام نے حالات کے مطابق فیصلہ کیا اور اپنے مقصد کا تعاقب کیا۔ ان کی رائے میں، امام حسین علیہ السلام کے قیام کے چار مراحل تھے اور ہر مرحلے میں، انہوں نے ایک مقصد کو حاصل کیا۔

پہلا مرحلہ: جب سے امام علیہ السلام مدینہ سے مکہ ہجرت کرگئے یہاں تک کہ امام علیہ السلام نے مکہ میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا۔ پہلے مرحلے کا مقصد: حکومت کی جارحیت کے خلاف مزاحمت کرنا اور اس معاملے کی جانچ کرنا، کہ آیا حکومت کی تشکیل ممکن ہے یا نہیں؟

دوسرا مرحلہ: جب سے امام علیہ السلام نے کوفہ جانے کا فیصلہ کیا اس وقت سے لیکر حر سے ملاقات کرنے تک۔ دوسرے مرحلہ کا مقصد: حکومت کے خلاف مزاحمت کرنا اور حالات مناسب ہونے کی صورت میں حکومت تشکیل دینا۔

تیسرا مرحلہ: حر سے محاذ آرائی کے وقت سے لے کر جنگ کے آغاز تک۔ تیسرے مرحلے کا مقصد: فوجی تصادم کو روکنے اور ایک شرافت مند صلح کی حصول کے لئے کوشش کرنا۔

چوتھا مرحلہ: فوجی حملہ اور جنگ کا آغاز چوتھے مرحلے کا مقصد: اعزازی مزاحمت اور دفاع (صالحیی، ۱۳۶۰: ۱۱۶ _ ۱۱۷)۔

صالحیی کے قول کو اس طرح درجہ بندی کی جاسکتی ہے، کہ امام حسین علیہ السلام کی قیام کے متعدد مقاصد تھے اور امام علیہ السلام چار مقاصد کا اس ترتیب سے تعاقب کررہے تھے: پہلا: منفی جدوجہد (بیعت سے انکار)، دوسرا: مثبت جدوجہد (حکومت کی تشکیل)، تیسرا: جنگ کی روک تھام؛ چوتھا: دفاع (مزاحمت، شہادت نہیں) ۔صالحیی کا دوسروں سے دو امور میں اختلاف ہے: ایک حکومت کی تشکیل، جسے دوسرے قبول نہیں کرتے، شہادت کا ارادہ، جسے وہ قبول نہیں کرتے۔

نظریۂ حکومت کے دلائل

سماجی _ سیاسی نظریۂ شہادت کے برخلاف، جو لوگ نظریۂ حکومت کے قائل ہیں، وہ اپنے رائے کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں:

پہلی دلیل: اگر امام حسین علیہ السلام کا مقصد شہادت ہوتا، تو آپ مدینہ سے سیدھا منزل شہادت کی طرف تشریف لے جاتے، یا کوفیوں کے پیغامات اور دعوت ناموں کے بعد،مکہ سے منزل شہادت کی طرف جاتے، امام علیہ السلام نے مسلم، عبداللہ یقطر اور قیس بن مسہر کو کوفہ اور ابورزین کو بصرہ کیوں شہید ہونے کے لئے بھیجا؟

دوسری دلیل: جب امام علیہ السلام کوفہ کی طرف جانا چاہتے تھے، تو ابن عباس امام علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور تجویز پیش کی، کہ اگر کوفہ کے عوام نے اپنے حکمرانوں کو مار ڈالا اور دشمنوں کو منتشر کردیا، تو تب آپ وہاں چلے جائیں (طبری، ج۵، ۳۸۲) لہٰذا ابن عباس اس نتیجے پر پہنچے تھے، کہ امام علیہ السلام شہادت کی نیت سے نہیں، بلکہ کوفہ میں فتح کے ارادے سے قیام کررہے ہیں۔

تیسری دلیل: جب امام حسین علیہ السلام کوفہ جارہے تھے تو، عبداللہ ابن مطیع نے امام علیہ السلام سے کہا: " خدا کی قسم جو چیز بنی امیہ کے ہاتھ میں ہے، اگر آپ اسے لینا چاہتے ہیں، تو وہ آپ کو جان سے مار ڈالیں گے" (مفید، ۱۳۸۳، ج۲، ۷۲) بنی امیہ کے ہاتھ میں خلافت تھی نہ کہ شہادت۔اس طرح، عبداللہ ابن مطیع بھی اس نتیجے پر پہنچے تھے، کہ امام علیہ السلام خلافت کو حاصل کرنا چاہتے ہیں نہ کہ شہادت کو۔

چوتھی دلیل: اگر کربلا میں شہادت امام حسین علیہ السلام کا مقصود تھا، تو پھر کیا ضرورت تھی کہ مسلم کوفہ میں عوام سے جہاد کے لئے بیعت طلب کرے اور امام علیہ السلام ابوثمامہ صائدی کو، عوام سے مالی امداد

وصول کر کے اسلحہ خریدنے کے لئے اپنا نمائندہ بنائے (سابقہ، ج۲، ۴۶) ۔ شیخ مفید لکھتے ہیں: "امام علیہ السلام نے مسلم کو کوفہ بھیجا، تاکہ عوام کو خدا کی طرف دعوت دے اور ان سے جہاد کے لئے بیعت طلب کرے (سابقہ، ج۲، ۳۱) ۔

پانچویں دلیل: امام حسین علیہ السلام اور آپ کے ہمراہ کاروان کی کوفہ کی طرف حرکت، مسلم کے لئے اسارت سے لے کر شہادت تک کی سب سے بڑی تشویش تھی، کیوں کہ کوفہ کے حالات بدل چکے تھے۔ جب مسلم کو گرفتار کیا گیا تو مسلم رونے لگا، انھوں نے کہا کہ تم ایک چیز (حکومت) کو چاہتے تھے نہیں ملا، تو تمہیں رونا نہیں چاہئے (تمہیں احتمال دینا چاہیے تھا، کہ شاید نہ ملے) مسلم نے کہا: میرا رونا خوف کی وجہ سے نہیں ہے، اگرچہ مرنے کو دوست نہیں رکھتا ہوں، بلکہ میرا رونا میرے اہل خانہ اور امام حسین علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ کے لئے ہے، جو کوفہ کی طرف روانہ ہیں" (سابقہ، ج۲، ۵۹) ۔

چھٹی دلیل: حر کی ہزار نفری کا لشکر سے رو برو اور ان کے محاصرے میں واقع ہونے سے لے کر، روز عاشور تک امام حسین علیہ السلام نے پانچ بار حجاز واپس جانے کی پیشکش کی، لیکن یہ مطالبہ قبول نہیں ہوا۔ امام علیہ السلام نے عملی طور پر دو بار واپس جانے کی کوشش بھی کی، لیکن انہوں نے راستہ روک لیا۔ ایک دفعہ امام علیہ السلام کے ایک صحابی نے بھی امام علیہ السلام کے قافلے کو واپس جانے کے لئے دشمنوں سے اجازت مانگی، لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا (سابقہ، ج۲، ۷۹ _ ۸۰، طبری، ج۵، ۴۲۵) ۔

ساتویں دلیل: امام حسین علیہ السلام نے اپنے قیام کے دوران بار بار نصرت طلب کی اور کچھ لوگوں سے اپنی مدد کرنے کو کہا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ طلب نصرت و استغاثہ اور طلب شہادت، قابل جمع نہیں ہے۔ جو شخص مرنے کے درپے ہے، اسے دوسروں سے مدد لینے اور مدد طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ امام علیہ السلام نے ضحاک بن عبد اللہ مشرقی سے مدد کی درخواست کی، اس نے کہا: "جب تک کہ میرا وجود آپ کے لئے فائدہ مند ہو، تب تک میں آپ کی مدد کروں گا۔ لیکن جب آپ تنہا رہ جائیں اور میرا دفاع کرنا بے فائدہ ہو جائے، تو میں واپس چلا جاؤں گا (سابقہ، ج۵، ۴۱۸ _ ۴۱۹) ۔

امام حسین علیہ السلام نے اس کی شرط کو قبول کر لیا اور ضحاک عاشور کے دن امام علیہ السلام کے ہمراہ دشمن سے لڑا، لیکن جب اس نے دیکھا، کہ امام علیہ السلام کے اصحاب اور بنی ہاشم میں سے دو افراد کے علاوہ کوئی باقی نہیں

بچا ہے، تو وہ امام علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا: میرے اور آپ کے درمیان یہ طی پایا تھا، کہ جب تک کوئی آپ کے ہمراہ ہوگا، تو میں آپ کی مدد کروں گا اور لڑوں گا اور جب کوئی مددگار نہیں ہوگا، تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ امام علیہ السلام نے اسے واپس جانے کی اجازت دی اور وہ ایک طریقے سے میدان سے فرار ہوگیا (سابقہ، جلد ۵: ۴۴۴ _ ۴۴۵) ۔

کربلا میں، حبیب ابن مظاہر نے بھی امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: قریب ہی بنی اسد قبیلہ کا ایک گروہ موجود ہے، آپ مجھے اجازت دیں، کہ میں ان کو آپ کی مدد کے لئے دعوت دوں تا، کہ جن چیزوں کو آپ نہیں چاہتے، خداوند ان کے ذریعے دفع کردے۔

امام علیہ السلام نے اجازت دی اور حبیب رات کے اندھیرے میں بنی اسد کے پاس گئے اور انہیں بسیج کردیا۔ اسی دوران میں، کسی نے عمر بن سعد کو اطلاع دی اور اس نے ایک فوجی ٹولہ بھیجی اور ان کو منتشر کردیا (کوفی، ۱۴۱۱ا، جلد ۵: ۱۵۹ _ ۱۶۲) ۔

اس مقام پر شہید مطہری کا کہنا ہے: امام علیہ السلام کا طلب نصرت اس لئے تھا، کہ آپ چاہتے تھے، کہ شہید ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوجائے۔ کیونکہ جتنا زیادہ شہید کا لہو بہایا جائے، اتنا ہی زیادہ یہ ندا، دنیا تک پہنچ جاتی ہے (مطہری، ۱۳۷۷، ج۱۷، ۳۷۱) ۔

شہید مطہری مزید کہتے ہیں: کہ امام حسین علیہ السلام ایسے مددگاروں کو چاہتے تھے، جو آئیں اور مارے جائیں، نہ کہ ایسے مددگار، جو امام علیہ السلام کو نجات دیں (سابقہ، ج۱۷، ۳۷۲ _ ۳۷۳) ۔لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے، کہ امام حسین علیہ السلام ایسے مددگار کی تلاش نہیں کررہے تھے، جو آپ کو نجات دیں، بلکہ ان لوگوں کو تلاش کررہے تھے، جو آئے اور اپنا خون بہائے۔

یہ کہاوت، جو امام علیہ السلام کی طلب نصرت کو زحمت کے ساتھ شہادت پر حمل کرتا ہے، قابل قبول نہیں ہے، کیونکہ امام علیہ السلام نے ضحاک ابن عبداللہ سے مدد طلب کی اور اس کی یہ شرط بھی قبول کرلی، کہ اگر وہ امام علیہ السلام کی جان کا دفاع کرنے کے لئے کچھ نہیں کرسکا تو اجازت ہوگی کہ وہ واپس چلا جائے۔ اگر امام علیہ السلام صرف یہ چاہتے تھے، کہ آنے والے صرف مارے جائیں، تو پھر ضحاک کو ساتھ آنے اور ہمراہی کی اجازت نہیں دینی چاہیے تھی۔ حبیب بھی اس نیت سے بنی اسد کے پاس گئے، تا کہ انہیں امام علیہ السلام کی مدد کے

لئے بلایا جائے۔ جیسا کہ حبیب نے ان سے کہا: "میں آپ کو دختر رسول خداﷺ کے بیٹے کی مدد کے لئے دعوت دینے آیا ہوں" (کوفی، ۱۴۱۱، ج۵، ۱۶۰) ۔

آٹھویں دلیل: امام حسین علیہ السلام نے عاشور کی صبح، دشمنوں کو اپنی شہادت سے روکنے کے لئے ایک مکمل دفاعیہ خطبہ ایراد فرمایا (مفید، ۱۳۸۳، ج۲، ۹۷ _ ۹۸) ۔ امام علیہ السلام نے اس خطبہ میں استدلال اور احساسات کو آپس میں ملاکر دشمن سے چاہا، کہ وہ اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے اور یہ سوچے کہ کیا میرا خون بہانا برحق ہے؟

اس خطبہ میں امام حسین علیہ السلام کے تین اہم نکات ہیں: پہلا: میں کون ہوں؟ دوسرا: میں نے کون سا خطا کیا ہے؟ تیسرا: کیا تم ہی نے مجھے دعوت نہیں دی؟ اس خطبے اور بیان کا مقصد مخالف گروہ کو آگاہ کرنا اور انہیں اپنی شہادت سے روکنا ہے۔

جیسا کہ امام علیہ السلام نے واضح طور پر فرمایا: ھل یصلح لکم قتلی وانتھاک حرمتی؟ اسی طرح اور فرمایا: اما فی ھذا حاجز لکم عن سفک دمی؟

کیا طلب شہادت اور اس دفاعی خطبہ میں کوئی سازگاری ہے؟ کیا جو فیض شہادت کے درپے ہے وہ اس طرح استدلال کرتا ہے، کہ میرے لہو بہانے سے باز آجاؤ؟ بلکہ جس طرح سے بھی ہو، اس تک پہنچنے کے لئے تلاش کرتا ہے۔

نظریۂ حکومت کا تنقیدی جائزہ

نظریۂ حکومت کے حامی کہتے ہیں: امام حسین علیہ السلام جانتے تھے کہ آخر کار وہ شہید ہو جائیں گے، لیکن وقت شہادت کو نہیں جانتے تھے اور امام علیہ السلام نے کربلا میں شہید ہونے کی قصد سے بلکل قیام نہیں کی (صالحی نجف آبادی، ۱۳۶۰: ۸ _ ۹) ۔

اس نظریۂ پر چند اشکال وارد ہے:

پہلا: نظریۂ حکومت، شیعوں کے اس عقیدہ کے خلاف ہے، جس کے مطابق امام علیہ السلام لامحدود علم رکھتا ہے۔ حکومت کے قیام پر یقین رکھنے والوں کے مطابق، امام علیہ السلام جانتے تھے، کہ آخر کار وہ شہید ہو جائیں گے، لیکن انہیں وقت کا علم نہیں تھا اور امام علیہ السلام نے کربلا میں شہید ہونے کی قصد سے بلکل قیام نہیں کی۔

لہٰذا نظریۂ حکومت، امام علیہ السلام کے علم غیب کی نفی کرتی ہے اور اپنے کام کے اختتام کے بارے میں امام علیہ السلام کی تفصیلی علم کا انکار کرتا ہے (سابقہ، ۹۹ _ ۱۰۳) ۔

دوسرا: اس نظریۂ کی بنیادی قوت اس نکتہ پر ہے، کہ اگرچہ امام علیہ السلام کا لشکریوں کے بارے میں تخمینہ اور قیام کی ضروریات کو فراہم کرنا حقیقت کے مطابق تھی، لیکن حوادث اور پیش آنے والے واقعات کے بارے میں علم نہ رکھنے کی وجہ سے، قیام شکست کھا گئی (سابقہ: ۵۶ _ ۹۷) ۔

اس قول کے مطابق، امام علیہ السلام، مشورت دینے اور دلسوزی کرکے اس سفر سے روکنے والے افراد کی حد تک بھی پیش گوئی کی قدرت نہیں رکھتے تھے، ایک ایسا مفروضہ، جو عام افراد کے لئے قابل تصور نہیں ہے، چہ رسد امام معصوم اور منصوص کے لئے۔۔۔

تیسرا: یہ خیال کہ امام حسین علیہ السلام سیاسی اور معاشرتی گھٹن کے ان حالات میں، محدود افراد کے ساتھ مل، کر ایک جامع اسلامی حکومت قائم کر سکتے تھے اور اسلامی معاشرے کو ملحدوں اور دین مخالف عناصر کے چنگال سے رہائی دلواسکتے تھے، یہ بلکل عقلی سوچ نہیں ہے۔

کیونکہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے دور میں بھی دلی آرزو رکھنے اور بے وقفہ کوششوں کے باوجود اسلامی اقدار کی بحالی ممکن نہ ہو سکی، اگرچہ تبدیلی کے مواقع، آپ کے فرزند حسین علیہ السلام کی نسبت، زیادہ فراہم تھیں اور پوری اسلامی ممالک آپ کے حکومت کی ماتحت تھیں، لیکن ناکثین، قاسطین اور مارقین جیسے گروہوں کی وجہ سے، جو شامیوں کے برابر بھی نہ تھے، امام علیہ السلام اپنے ہدف تک نہ پہنچ سکے اور انہی افراد کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔ لہٰذ یہ کہنا بجا ہوگا، کہ جن حالات سے امام حسین علیہ السلام گذر رہے تھے، ایسی حالات میں امام علیہ السلام کے لئے حکومت سازی کی کوئی فرصت فراہم نہیں تھی۔

چوتھا: اس قول کے مطابق، جب تک امام علیہ السلام، حر اور اس کے لشکر کو اپنے ساتھ ہمراہ کرنے کے لئے دعوت دے رہے تھے، امام علیہ السلام کا ہدف حکومت تشکیل دینا تھا، لیکن مختلف واقعات پیش آنے کے بعد، جب یہ قیام، یزید کی حکومت کے زوال کا سبب نہیں بنی اور امام علیہ السلام اپنے ہدف تک نہ پہنچ سکے، تو یہ نتیجہ لیا جائے، کہ قیام کے بعد، جو کچھ بھی ہوتا ہے (مطلوبہ اور غیر مطلوبہ اثرات) قیام کے اہداف میں شامل نہیں ہے، کسی سے بھی ایسی ضرورت اور ملازمہ کو قبول کرنے کی توقع نہیں کی جاتی۔

پانچواں: یہ نظریہ امام علیہ السلام کے اعمال و افعال کے دلائل اور وجوہات کے طور پر صحیح اور قابل قبول ہے، لیکن اس کا لازمہ یہ نہیں ہے، کہ شہادت یا حکومت ہی قیام امام حسین علیہ السلام کا مقصد ہو۔

لہٰذا، اگرچہ یہ نظریہ کچھ سوالات کے لئے جواب ہو سکتا ہے، جیسے امام علیہ السلام اپنی شہادت کے بارے میں علم رکھنے کے باوجود بھی، حکومت کے لئے کیوں اقدام کیا؟ لیکن یہ ثابت کرنے کے لئے کہ امام علیہ السلام کا مقصد کیا تھا، کافی نہیں ہے۔

نظریۂ حکومت کے حق میں علامہ مجلسی اور علامہ طباطبائی کے جواب

متاخرین میں سے علامہ مجلسی اور معاصرین میں سے علامہ طباطبائی نے نظریۂ حکومت سے دفاع کرتے ہوئے، نظریۂ شہادت کے شکوک و شبہات کا جواب دیا ہے۔ مجلسی کے بیان کا مضمون یہ ہے: کہ جو شخص تقدیر کو نہیں جانتا، اس کے لئے ضروری ہے، کہ وہ منع شدہ چیزوں اور بلاؤں سے پرہیز کرے اور اس پر وہ پر مکلّف ہے۔ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام سب حوادث سے بچنے پر مکلّف ہوں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ تقدیرات میں سے کچھ بھی ان پر واقع نہ ہوں۔ اگرچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المؤمنین علیہ السلام منافقوں کو پہچانتے تھے اور ان کے فاسد اعتقادات سے واقف تھے، لیکن ان سے دور رہنے، رابطہ نہ رکھنے، قتل کرنے اور انہیں خود سے دور کرنے پر مکلّف نہیں تھے۔

امیر المؤمنین علیہ السلام جانتے تھے، کہ معاویہ کو شکست نہیں دے سکیں گے اور آپ کے بعد بھی اس کی حکومت برقرار رہے گی، لیکن یہ سبب نہیں بنی، کہ آپ علیہ السلام معاویہ سے جنگ نہ کرے، بلکہ آپ نے شہادت تک، اس راہ میں پوری کوشش کی۔

اسی طرح امام حسین علیہ السلام بھی اہل عراق کی دھوکہ دہی سے واقف تھے اور جانتے تھے، کہ آپ علیہ السلام اپنے بچوں اور رشتہ داروں کے ساتھ اسی راہ میں شہید ہو جائینگے، لیکن آپ علیہ السلام اس علم پر عمل کرنے پر مکلّف نہیں تھے، بلکہ ظاہری امور کے مطابق عمل کرنے پر مکلّف تھے (مجلسی، ۱۳۶۳، ج ۳، ۱۲۴ _ ۱۲۵)۔

ایک شبہ، جو عام لوگوں کی ذہن میں ہے وہ یہ کہ امام علیہ السلام یہ جانتے ہوئے، کہ آپ شہید ہو جائینگے، اپنے اہلبیت علیہم السلام کے ہمراہ صحرائے کربلا کی طرف کیوں گئے؟ اس جواب کے متعدد جوابات ہیں۔ اس کا مختصر جواب یہ ہے: علم غیب اور قضا و قدر سے آگاہی کے بارے میں آئمہ اطہار علیہم السلام کو ہمیں اپنی

صورتحال سے موازنہ نہیں کرنا چاہیے، ان امور میں آئمہ علیہم السلام کا ایک تکلیف ہے۔ ایک گروہ اگر خدا کے اسرار اور قضا و قدر سے واقف ہوں اور اسی واقف ہونے کی وجہ سے ان مقدرات اور قضاؤں کو اپنے سے ٹال دیں تو اس کا لازمہ یہ ہوگا، کہ کسی وقت بھی ان پر قضا جاری نہ ہو اور کسی بھی بلا میں مبتلا نہ ہوں اور تمام امور انکے خواہشات کے مطابق واقع ہوں اور یہ علیم و قدیر خدا کے مصلحت کے خلاف ہے۔

لہٰذا، ضروری ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام علم غیب پر مکلّف نہ ہوں اور ظاہری وظائف میں دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہوں۔ جیساکہ وہ چیزوں کی پاکیزگی اور نجاست اور دوسروں کی ایمان اور کفر کے بارے میں ظاہر کے پابند تھے۔ اور اگر وہ علم واقعی کے پابند ہوتے تو وہ کسی کے ساتھ بھی معاشرت اور رہن سہن نہ رکھتے اور ہر چیز کو ناپاک سمجھتے اور اکثر دنیاوالوں پر کفر کے حکم دیتے۔۔۔ اور جب حقیقت اس طرح ہے تو امام حسین علیہ السلام بھی ظاہری طور پر مکلّف تھے اعوان و انصار کے ساتھ مل کر منافقوں اور کافروں سے جہاد کرے (مجلسی، ۱۳۸۲: ۷۰۰ – ۷۰۱؛ طوسی، ۱۳۳۵: ۱۹۹ -۲۰۰؛ مجلسی، ۱۹۸۳، جلد ۴۸: ۲۳۶؛ جزایری، ۱۴۲۹، جلد ۳: ۲۳۶؛ مدنی، ۱۴۱۵، جلد ۱: ۱۹۵؛ مامقانی، ج ۱، ۲۱۲؛ ابن طاووس، ۱۴۰۰: ۵۱۰)۔

علامہ طباطبائی لکھتے ہیں: متواتر روایات کے مطابق، امام علیہ السلام علم اکتسابی سے نہیں، بلکہ موہبت الٰہی کے ذریعہ ہر چیز سے واقف ہیں اور خدا کی اذن سے کسی بھی چیز کو مختصر توجہ کے ساتھ جان سکتاہے۔۔۔ لیکن اس طریقے سے حاصل ہونے والی معلومات، اگرچہ حتمی الوقوع ہی کیوں نہ ہوں، ضروری تکالیف میں شامل نہیں ہوتیں۔

امام علیہ السلام کا یہ موہبتی علم، امام کے اعمال اور خاص فرائض پر کوئی اثر نہیں کرتا اور بنیادی طور پر کوئی بھی حتمی الوقوع چیز، انسان کے امر یا نہی اور اسی طرح ارادہ اور قصد میں شامل نہیں ہوتی۔ امام علیہ السلام کے وہ اعمال، جو ظاہری اسباب و علل کے مطابق ہیں، علم موہبتی نہ ہونے کی وجہ سے نہیں سمجھا جانا چاہئے۔ جیساکہ یہ کہا جائے کہ اگر سید الشہداء علیہ السلام علم واقعی رکھتے تھے، تو حضرت مسلم کو اپنا نمائندہ بناکر کوفہ کیوں بھجوایا؟ صیداوی کے توسط سے کوفہ کے لوگوں کو خط کیوں لکھوایا؟ مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لئے خود کیوں روانہ ہوئے؟... ان سارے سوالوں کا جواب، ہمارے ذکر شدہ نکتہ سے واضح ہے وہ یہ، کہ مذکورہ

مثالوں اور اس طرح کے دیگر امور میں، امام علیہ السلام نے عادی طریقوں اور ظاہری دستاویزات کے مطابق عمل کیا ہے۔ اوستادی: ۵۲۸ _ ۵۳۲؛ سابقہ: ۵۸۴ _ ۵۸۶؛ طباطبائی، ۱۳۷۱، ج۱۸، ۱۹۲ _ ۱۹۴؛ رخشاد، ۱۳۸۰: ۱۲۷ _ ۱۲۸)۔

مختصر یہ، کہ اس نظریہ کے حامی، اس عقیدہ پر ہیں کہ امام حسین علیہ السلام شہادت کے بارے میں جانتے تھے، لیکن شہید ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، بلکہ حکومت کا ارادہ رکھتے تھے۔ یعنی یہ کہ امام علیہ السلام ایک چیز کے بارے میں علم رکھتے تھے لیکن کسی اور چیز کا ارادہ رکھتے تھے۔ امام علیہ السلام جانتے تھے کہ شہید ہو جائنگے، لیکن اس علم کو اپنے کام کا بنیاد نہیں بنایا اور حکومت بنانے کی کوشش کی۔

جو لوگ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اس طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ دوسرے آئمہ علیہم السلام کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں، یعنی ان کا کہنا ہے کہ: حضرت امیر علیہ السلام شہادت کے مقصد سے نہیں، بلکہ نماز کے لئے مسجد گئے تھے۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ بھی یہی عقیدہ ہے، کہ اگرچہ وہ زہر سے شہید ہوئے، لیکن آپ نے شہادت کی نیت سے زہر نہیں کھایا۔

علامہ مجلسی اور علامہ طباطبائی کا یہ جواب، اس شبہ کو رد کرنے کے لئے کافی ہے، کہ امام علیہ السلام یہ جانتے ہوئے کہ آپ شہید ہوں گے، کیوں حکومت بنانے کی کوشش کی؟ لیکن اس جواب کا لازمہ یہ نہیں ہے، کہ امام علیہ السلام کا ہدف، حکومت تشکیل دینا تھا۔ کیونکہ امام علیہ السلام علم امامت سے جانتے تھے یہ کوششیں حکومت بنانے پر ختم نہیں ہوں گی۔

مزید یہ کہ، جیسا کہ پہلے قول میں بتایا گیا، صورتحال کچھ ایسی تھی، کہ کسی بھی باشعور فرد یہ سمجھ سکتا تھا، کہ حکومت قائم کرنے کا راستہ مسلح تصادم نہیں ہے، بلکہ اس طرح کی حرکت لامحالہ امام علیہ السلام کی شہادت کا باعث بنے گی۔ لہٰذا، یہ سوال اب بھی باقی ہے، اگر مقصد حکومت بنانا تھا تو امام علیہ السلام نے خود کو ایسی حالت میں کیوں ڈالا، جس میں مقصد کو حاصل نہ کرنے کے علاوہ کوئی اور نتیجہ نہیں نکلا۔

اگرچہ دونوں نظریات کے حامیوں نے ان اعتراضات کے جواب دینے کی کوشش کی ہیں، لیکن ایسا لگتا ہے، کہ محض ان شکوک و شبہات کا جواب دینا یہ ثابت کرنے کے لئے، کہ امام علیہ السلام کا ہدف سیاسی شہادت تھی یا حکومت کا قیام، کافی نہیں ہے۔ دراصل، اس حقیقت کے باوجود کہ مذکورہ بالا اعتراضات کا جواب دیا جاسکتا

ہے، لیکن تمام مذکورہ نکات سے ایک چیز واضح ہو جاتی ہے، وہ یہ کہ امام علیہ السلام کے ارادے میں حکومت اور شہادت دونوں کے لئے ثبوت موجود ہے۔ البتہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے، کہ شروع سے ہی امام حسین علیہ السلام کا کوئی متعین کردہ مقصد نہیں تھا اور آپ علیہ السلام نے حالات کے مطابق فیصلہ کیا اور ہر مرحلے میں (صالحیی نجف آبادی کا قول) ایک مقصد کی پیروی کی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے، کہ ان دونوں میں سے کوئی بھی امام علیہ السلام کا بنیادی اور آخری مقصد نہیں ہو سکتا؛ کیونکہ مقصد میں تبدیلی یا بے مقصد ہونا، امام علیہ السلام کی عصمت اور علم غیب سے مطابقت نہیں رکھتی۔

حقیقت یہ ہے کہ قیام کربلا اور حادثہ عاشورا کے مقصد کو شہادت اور حکومت سازی تک محدود کرنا درست نہیں ہے۔ البتہ یہاں ہدف اور مقصد سے مراد آخری ہدف ہے اور اس طرح کا مقصد کچھ ایسا ہونا چاہیے جس کو حاصل کرنے کے بعد کوئی سوال باقی نہ رہے۔ جبکہ اگر ہم امام حسین علیہ السلام کے مقصد کو محض شہادت یا حکومت سازی سمجھیں، اگرچہ مذکورہ بالا اعتراضات کے جوابات فراہم کرسکتے ہیں، لیکن یہ سوال اب بھی پیدا ہوتا ہے، کہ اس خاص حالت میں امام علیہ السلام کی شہادت یا ان خاص حالات میں حکومت سازی کا مقصد کیا تھا؟

نکتہ یہ ہے کہ شہادت اور حکومت سازی، بنیادی طور پر امام علیہ السلام کا ہدف نہیں تھا، بلکہ امام علیہ السلام کا ہدف، امامت کی بنیادی اہداف کو حاصل کرنا تھا، جو معاشرے کو فلاح و نجات کی طرف گامزن کرنا اور انسانوں کو جہالت و بربادی سے بچانا ہے۔ ایک معصوم امام کی ساری زندگی میں ہدایت کے سوا اور کوئی ہدف نہیں ہے، اور ان کا ہر عمل اور فیصلہ اس ہدف کے مطابق ہے۔ نتیجہ میں، شہادت یا حکومت، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ایک آلہ کار ہے، جسے امام حالات کے مطابق استعمال کرتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ عصمت اور علم غیب دو وسیلے ہیں جو خدا نے اس ہدف کو پورا کرنے کے لئے امام کے اختیار میں رکھا ہے۔ دوسرے الفاظ میں، امام علیہ السلام کا حتمی مقصد ہدایت ہے اور اس کی حکمت عملی کوئی بھی عمل ہے، جو اس مقصد کو بہترین طریقے سے حاصل کر سکتا ہے۔ اس مسئلے میں یہ کہا جاسکتا ہے، کہ امام علیہ السلام کا ہدف ہمیشہ سے معین اور مخصوص رہا ہے اور اسے کبھی تبدیل نہیں کیا گیا ہے، جبکہ مختلف حالات کے پیش نظر امام علیہ السلام کی حکمت عملی میں تبدیلی آئی ہے۔

لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام علیہ السلام کا ہدف ہمیشہ سے معین رہا ہے اور کبھی بھی اس میں تبدیلی نہیں آئی لیکن مختلف حالات اور شرائط کے پیش نظر، امام علیہ السلام کی حکمت عملی اور ذرائع میں تبدیلی آئی ہے اور انہی مختلف حکمت عملیوں اور اسٹریٹجیز کے توسط سے سب سے زیادہ ہدایت بھی فراہم کر سکے۔ یہ ادعا امام حسین کا مقصد قیام کے مطابق ہے: انی لم اخرج اشرا و لا بطرا و لا مفسدا و لا ظالما بل انما خرجت لطلب الاصلاح فی امت جدی ارید ان آمر بالمعروف و انہی عن المنکر و اسیر بسیرہ جدی و ابی علی بن ابیطالب» (موسوعہ کلمات امام حسین علیہ السلام، ۱۴۱۵: ۲۹۰ - ۲۹۱) سے بھی مطابق ہے اور آپ علیہ السلام کی مقام عصمت اور علم غیب کے منافی بھی نہیں ہے۔

ایران کا انقلاب اور تحریک حسینی:

جمہوری اسلامی ایران کا انقلاب اسی تحریک حسینی کا ایک حقیقی جلوہ ہے جو عالمی تحریک مہدویت کے لئے ایک تمہید کی حیثیت رکھتا ہے اس انقلاب کی بنیاد مین شہداء کا پاکیزہ لہو شامل ہے اس انقلاب نے طاغوت اور طاغوتی نظام کے مقابلے میں نہ فقط استقامت دیکھائی بلکہ طاغوت کی نیند حرام کی اور طاغوتی نظام کو ایران میں سرنگون کیا اور دنیا میں دینی اقتدار کا ایک انتہائی اہم اثر قائم ولایت فقیہ اور جمہوری اسلامی کی شکل میں سامنے لایا اور ۴۳ سالوں سے مسلسل دشمن سے ہر محاذ پر مقابلہ کر رہا ہے. اس طرح دنیا کے دل سے عالمی استکبار کا خوف کسی حد تک کم کیا ہے. جمہوری اسلامی ایران اسلامی انقلاب کا منشور اور اس کا حقیقی پیغام رہبر انقلاب کی زبانی دنیا تک پہنچانے میں کامیاب ہو رہا ہے اور انشاء اللہ یہ منشور ایک جدید اسلامی تمدن کی تخلیق میں اہم کردار ادا کرے گا اور عالم میں ایک حقیقی تبدیلی کی نوید سنائے. اس تحریک کے لئے زمینہ سازی اور مقدمہ محرم و صفر اور مجالس حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام ہے. امام راحیل فرمود: «ما باید حافظ این سنتہای اسلامی، حافظ این دستجات مبارک اسلامی کہ در عاشورا، در محرّم و صفر، در مواقع مقتضی بہ راہ می افتند، [باشیم؛] تاکید کنیم کہ بیشتر دنبالش باشند . محرّم و صفر است کہ اسلام را نگہ داشتہ است. فداکاری سید الشہدا _ سلام اللہ علیہ _ است کہ اسلام را برای ما زندہ نگہ داشتہ است» (http:///emam.com/posts/view/20906)؛ در اصل یہ انقلاب کربلا کی راہ سے ظہور تک جائے گا اور معاشرے کو عصر ظہور تک لیکر جانے کی تمام سعی اور تلاش کر رہا ہے.

نتیجہ

مذکورہ بالا دو نظریات کے برخلاف، امام علیہ السلام کا ہدف نہ تو شہادت تھا اور نہ ہی حکومت۔ امام علیہ السلام کا اس قیام سے ہدف، صرف عوام کی ہدایت اور امامت کے فریضہ کو انجام دینا تھا۔ اس عام اور کلی ہدف میں تمام درمیانی اہداف جیسے امر بہ معروف و نہی از منکر، حق کی تآیید اور باطل کی نفی، انصاف قائم کرنا، سنتوں کی احیا اور بدعتوں کے زوال سب شامل ہیں۔ امام علیہ السلام تکلیف الہی کے تحت، حالات کے پیش نظر اپنی حکمت عملی کا انتخاب کرتے ہیں امام علیہ السلام کا یہ انتخاب موجودہ شرائط اور علم لدنی کے مطابق ہے۔ حکومت یا شہادت کی تشکیل وہ طریقہ ہے، جسے امام علیہ السلام ان مقاصد کے حصول کے لئے منتخب کرتے ہیں۔ حالات کا تقاضا ہو سکتا ہے، کہ امام علیہ السلام حکومت تشکیل دینے کی کوشش کرے لیکن بعد میں حالات ایسے ہوں کہ شہادت ہی واحد راہ حل ہو اور امام علیہ السلام عوام کی ہدایت کے لئے اپنی جان کی قربانی بہترین راستہ سمجھے۔

لہٰذا، حکومت سازی اور شہادت نہ صرف حتمی مقصد ہے، حتی کہ ایک درمیانی مقصد بھی نہیں ہے، بلکہ یہ امام علیہ السلام کے مقدس اہداف کے حصول کی حکمت عملی ہے۔

شہادت اور حکومت کے ہدف ہونے یا حکمت عملی ہونے میں فرق یہ ہے، کہ امام علیہ السلام کے علم لدنی کے مطابق، ہدف کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہے، لیکن حالات کے بدلنے اور وقتی تقاضوں کے مطابق حکمت عملی میں تبدیلی لائی جاسکتی ہے اور کچھ حالات میں تبدیلی لانا ضروری بھی ہے۔

لہٰذا، شہادت اور حکومت کو ہدف سمجھنے کے بجائے حکمت عملی مراد لینے سے کسی بھی کلامی اعتراضات کے لئے گنجائش باقی نہیں رہتی ۔ کیونکہ اہداف اس وقت حاصل ہونگے، جب کسی بھی مرحلے اور وقت پر اس کے مطابق حکمت عملی اپنائی جائے اور حکمت عملی میں تبدیلی امام علیہ السلام کے علم کے منافی نہیں ہوگی۔

فہرست منابع و مآخذ:

۱. قرآن کریم۔
۲. آل کاشف الغطاء، محمد حسین، (۱۴۰۸)، جنۃ الماوی، دوسری چاپ، بیروت، دار اضواء۔
۳. الحسنی، ہاشم معروف، (بغیر تاریخ)، الانتفاضات الشیعیہ عبر التاریخ، بیروت، دار الکتب الشعبیہ۔
۴. النعمان (شیخ مفید)، محمد بن محمد، (۱۴۱۳)، المسائل الکبریۃ، تحقیق علی اکبر الہی خراسانی، پہلی چاپ: قم، المؤتمر العالمی لالفیہ الشیخ المفید۔
۵. -النعمان (شیخ مفید)، محمد بن محمد، (۱۳۸۳)، الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، ترجمہ سید ہاشم رسولی محلاتی، تہران، انتشارات اسلامیہ۔
۶. ابن بابویہ، محمد بن علی (شیخ صدوق)، (۱۴۱۷)، الامالی، تحقیق مؤسسہ البعثۃ، پہلی چاپ: قم، مؤسسہ البعثۃ۔
۷. ابن طاووس، (۱۳۷۷)، الملہوف علی قتلی الطفوف، تحقیق فارس تبریزیان، (حسون)، دوسری چاپ، تہران اور قم، دار الاسوہ۔
۸. ابن طاوس، (۱۴۰۰)، الطوائف فی معرفۃ المذاہب الطوائف، قم، مطبعہ الخیام۔
۹. -ابن طاوس، کشف المحجہ لثمرۃ المہجہ، نجف، المطبع الحیدریہ۔
۱۰. ابن خلدون، (۱۴۰۸)، مقدمہ، بیروت، دار احیاء التراث العربی۔
۱۱. ابن اعثم کوفی، محمد بن علی، (۱۴۱۱)، الفتوح، بیروت، لبنان، دار الاضواء۔
۱۲. استادی، رضا، (۱۳۸۲)، سرگذشت کتاب شہید جاوید، قم، قدس۔
۱۳. اسفندیاری، محمد، (۱۳۹۷)، عاشورا شناسی، چوتھی چاپ، تہران۔
۱۴. اشتہاردی، علی پناہ، (۱۳۹۱)، ہفت سالہ چرا صدا درآورد؟، پہلی چاپ، قم، علامہ پبلکیشنز۔
۱۵. الموسوی، سید مرتضی ابوالقاسم علی بن الحسین، (۱۳۸۰)، تنزیہ الانبیاء والائمہ، تحقیق فرس حسون کریم، پہلی چاپ: قم، بوستان کتاب۔
۱۶. المدرسی، آیت اللہ السید محمد تقی، (۱۴۱۴)، الامام الحسین علیہ السلام مصباح الہدی و سفینۃ النجاہ، طہران، مدرسی پبلکیشنز۔

۱۷. تبریزی مستنبط، سید احمد موسی، (۱۳۷۴)، القطرہ من بحار مناقب النبی والعترہ، نجف، مطبعہ النجف۔

۱۸. تستری، جعفر، (۱۳۷۵)، الخصائص الحسینیہ، چوتھی چاپ: نجف، المطبعہ الحیدریہ۔

۱۹. جزایری، نعمت اللہ، (الانوار النعمانیہ، بیروت، لبنان، دار القاری پبلکیشنز۔

۲۰. دینوری، ابن قتیبہ، (۱۳۵۶)، الامامہ والسیاسۃ، پہلی چاپ: مصر، مصطفیٰ البابی پبلکیشنز۔

۲۱. رخشاد، محمد حسین (۱۳۸۰)، در محضر علامہ طباطبایی، پہلی چاپ: قم، نہاوندی پبلکیشنز۔

۲۲. زاہدی قمی، میرزا ابوالفضل، (۱۳۵۰)، مقصد الحسین، دوسری چاپ، قم، پیروز پبلکیشنز۔

۲۳. سپہر، میرزا محمد تقی، (۱۳۹۸)، ناسخ التواریخ در احوالات حضرت سید الشہدا علیہ السلام، تہران، اسلامیہ بک سلر۔

۲۴. شریف طباطبایی، میرزا محمد تقی، (۱۴۰۳)، اسرار شہادۃ آل اللہ علیہم، دوسری چاپ، مشہد۔

۲۵. شریف کاشانی، حبیب اللہ، (۱۳۸۴)، تذکرۃ الشہداء، تحقیق شمس الضحی کلچرل انسٹیٹیوشن۔

۲۶. صدر، سید رضا، (بے تا)، پیشوای شہیدان، قم، ۲۲ بہمن پبلکیشنز۔

۲۷. صالحی نجف آبادی، نعمت اللہ، (۱۳۶۰)، شہید جاوید، تہران، رسا کلچرل انسٹیٹیوشن۔

۲۸. صفار، محمد بن حسن، (۱۳۸۰)، بصائر الدرجات، تحقیق محسن کوچہ باغی، دوسری چاپ: تبریز، بک پبلشینگ کمپنی۔

۲۹. صحتی سرودی، محمد، (۱۳۸۴)، عاشوراپژوهی بارویکردی به تحریف شناسی تاریخ امام حسین علیہ السلام، پہلی چاپ، قم، خادم الرضا پبلکیشنز۔

۳۰. طوسی۔ خواجہ نصیرالدین، (۱۳۳۵)، مجموعہ رسائل (رسالہ جبر و اختیار)، تہران، تہران یونیورسٹی۔

۳۱. طوسی، محمد حسن، (بے تا)، تلخیص الشافی، قم، المعین۔

۳۲. طباطبایی، محمد حسین، (۱۳۷۱)، المیزان فی تفسیر القرآن، پانچویں چاپ: قم، اسماعیلیان انسٹیٹیوشن۔

۳۳. طبری، محمد بن جریر بن یزید، (بے تا)، تاریخ الطبری، بیروت، لبنان۔

۳۴. عنایت، حمید، (۱۳۷۲)، اندیشہ سیاسی در اسلام معاصر، ترجمہ: بہاء الدین خرم شاہی، تیسری چاپ، تہران، خوارزمی پبلکیشنز۔

۳۵. غروی نخجوانی، محمد علی، (۱۳۳۰)، دعات الحسینیہ، بمبئی، مطبع مظفری۔
۳۶. فارسی، جلال الدین، (۱۳۶۱)، انقلاب تکاملی اسلام، تہران، علمی و فرہنگی پبلکیشنز۔
۳۷. فہری زنجانی، سید احمد، (۱۳۵۰)، سیری در سر شہادت سالار شہیدان حسین بن علی ع، تہران، جہان پبلکیشنز۔
۳۸. کلینی، محمد بن یعقوب، (۱۳۹۷)، الاصول من الکافی، ترجمہ محمد باقر کمرہ ای، پانچویں چاپ: تہران، المکتبہ الاسلامیہ پبلکیشنز۔
۳۹. لجنتہ الحدیث، (۱۴۱۵)، موسوعہ کلمات الامام الحسین علیہ السلام، معہد تحقیقات باقر العلوم علیہ السلام، منظمۃ الاعلام الاسلامی، قم، دار المعروف۔
۴۰. مجلسی، محمد باقر، (۱۹۸۳م)، بحار الانوار، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثالثۃ۔
۴۱. مجلسی، محمد باقر، (۱۳۶۳)، مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول، تصحیح سید ہاشم رسولی، دوسری چاپ، تہران، دار الکتب الاسلامیہ۔
۴۲. مجلسی، محمد باقر، (۱۳۸۲)، جلاء العیون، قم، سرور پبلکیشنز۔
۴۳. مکی خوارزمی، موفق بن احمد، (بے تا)، مقتل الحسین، تحقیق محمد سماوی، قم، مکتبہ المفید۔
۴۴. مسعودی، علی بن حسین، (۱۴۰۴)، اثبات الوصیۃ، دوسری چاپ، قم، رضی پبلکیشنز۔
۴۵. مطہری، مرتضی، (۱۳۷۷)، مجموعہ آثار، پہلی چاپ، تہران و قم، صدرا پبلکیشنز۔
۴۶. مدنی شیرازی، سید علی خان، (۱۴۱۵)، ریاض السالکین، چوتھی چاپ: قم، النشر الاسلامی انسٹیٹیوشن۔
۴۷. مجموعہ مقالات (امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ اور عاشور کی ثقافت کے عنوان سے دوسری بین الاقوامی کانگرس، (۱۳۷۶)، پہلا دفتر، مؤسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ۔
۴۸. مامقانی، عبد اللہ، (بے تا)، تنقیح المقال فی علم الرجال، مؤسسہ آل البیت علیہم السلام۔
۴۹. نجفی، محمد حسن، (۱۳۶۲)، جواہر الکلام، فی شرح شرائع الاسلام، تحقیق عباس قوچانی، تیسری چاپ، تہران، دار الکتب الاسلامیہ۔
۵۰. ہمایی، جلال الدین، (۱۳۵۷)، اسرار واقعہ کربلا، دوسری چاپ، تہران، دھخدا بک سلر۔

۵۱. یوسفی اشکوری، (۱۳۸۶)، حسن، " صالحہ از تبار پیرایشگران دینی"، پہلی چاپ، قم، صحیفہ خرد۔